AL-ILM Journal

Volume 6, Issue 2

ISSN (Print): 2618-1134
ISSN (Electronic): 2618-1142

Issue: https://www.gcwus.edu.pk/al-ilm/
URL: https://www.gcwus.edu.pk/al-ilm/

Title تشکیل سماج کے دینی وفکری پہلو نبوی سماجی منہج کے تناظر میں

Author (s): Dr. Abdul Aleem
Dr. Asjad Ali

Received on: 15 May, 2022
Accepted on: 25 September, 2022

Published on: 10 December, 2022
Citation: English Names of Authors, "Tashkeel e Samaj ky Deeni wa Fikri Pahlo: Nabvi Manhaj ka Tajziyat Mutalya", AL-ILM 6 no 2 (2022):99-115
Publisher: Institute of Arabic & Islamic Studies, Govt. College Women University, Sialkot

تشکیل سماج کے دینی و فکری پہلو نبوی سماجی منہج کے تناظر میں

ڈاکٹر عبد العلیم*

ڈاکٹر اسجد علی**

Abstract

When people live together with a particular ideology or culture, it is called a society, and the good and bad of the society is decided by the behavior of the people. If the attitude of the head of an organization is good with his workers and if the attitude of the workers is also sincere with his head, then it will be common to talk about this organization that this organization is successful and stable. If we live in a loving environment with feelings of cooperation and compassion, then the society will be considered right-based. And if people live in a hateful environment with unrealistic thinking and self-interested war, the society will become false like the society established by Pharaoh and the worst society in pre-Islamic Arabia. In the current situation, it is necessary to identify the shortcomings in the society from a religious point of view and encourage people to reform intellectually and practically. I will mention the errors in the religious sense.

Keywords: society, behavior, organization, cooperation and compassion, intellectually, worst, self-interested war.

سماج انسانوں کے اجتماعی حیثیت میں رہنے کا نام ہے لہذا اجتماعی معاملات میں کہیں غلطیاں زیادہ ہوتی ہیں اور کہیں اچھائیں زیادہ ہوتی ہیں اور اسی بنیاد پر سماج کو ظلم اور زیادتی والا بیان کیا جاتا ہے اور اسی سماج کو خیر خواہی اور عدل و انصاف والا مستحکم سماج کہا جاتا ہے۔ سماج کو مضبوط و مستحکم بنانے کے لیے دو طرفہ کوشش جلد اور مثبت نتائج کا سبب بنتی ہے کیونکہ رسول کریم ﷺ نے بھی دوہری جنگ کی تھی ایک طرف برائیوں میں گھرا ہوا سماج جس میں انسانیت سوز سلوک روا رکھا جاتا تھا۔ دینی اعتبار سے لاعلم گمراہیوں کی انتہاء کو پہنچ چکے تھے ایسے میں انہیں برائی سے نفرت کا جذبہ دیا گیا اور دوسری جانب نیکی کا فائدہ اور اس کے بہترین نتائج سے بہرہ مند کیا گیا لہذا چند ہی سالوں کی اس محنت کا ثمر مؤاخات مدینہ، مضبوط اسلامی حکومت اور مستحکم سماج کی صورت میں حاصل ہو گیا۔ آج اسی طرح یقینِ کامل اور مخلصانہ جذبہ کے ساتھ دو طرفہ کوشش کے ذریعے ممکنہ اور مطلوبہ نتائج حاصل ہو سکتے ہیں اور سماج کی تشکیل کے لیے ہم سب مل کر مضبوط دینی اور فکری بنیادیں مہیا کر سکتے ہیں۔ جیسا کہ ارشاد ربانی بھی ہے فرمایا: كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُونَ

---

*اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اسلامی فکر و تہذیب، یونیورسٹی آف مینجمنٹ اینڈ ٹیکنالوجی، سیالکوٹ

**شعبہ اسلامی فکر و تہذیب، یونیورسٹی آف مینجمنٹ اینڈ ٹیکنالوجی، سیالکوٹ

بِاللّٰہِ۔[1] (تم سب امتوں میں سے بہتر ہو جو لوگوں کے لیے بھیجی گئی ہیں اچھے کاموں کا حکم کرتے رہو اور برے کاموں سے روکتے رہو اور اللہ پر ایمان لاتے ہو۔) اس آیت میں سماج کی اصلاح و رہنمائی کا شاندار اصول دیا گیا ہے کہ بہترین اور مستحکم سماج کی تشکیل کے لیے سماج کو بگاڑ اور ٹوٹ پھوٹ سے بچانے کے لیے ہر کامیابی سے آگاہی چاہیے اور ہر خامی و غلطی سے خبر دار کرنا ضروری ہے۔ سماج کی اصلاح کے لیے جن جن امور پر زیادہ توجہ کی ضرورت ہے ان میں سے چند ایک کا ذکر کرتے ہوئے مفسر قرآن عبد الرحمٰن کیلانیؒ لکھتے ہیں کہ: برے کاموں سے مراد کفر، شرک، بدعات، رسوم قبیحہ، فسق و فجور ہر قسم کی بد اخلاقی اور بے حیائی اور نامعقول باتیں شامل ہیں اور ان سے روکنے کا فریضہ فرداً فرداً بھی ہر مسلمان پر عائد ہوتا ہے۔ اور اجتماعاً امت مسلمہ پر بھی۔ ہر ایک کو اپنی اپنی حیثیت اور قوت کے مطابق اس فریضہ سے عہدہ بر آ ہونا لازم ہے۔[2] اس اصول کے پیش نظر سب سے پہلے عصر حاضر میں خامیوں کی نشاندہی کی جائے گی اور پھر نبوی سماجی تصورات کی روشنی میں ان خامیوں سے نجات کے طریقے اور مزید اصلاح و بہتری کی تعلیمات بیان کرکے مکمل نظری و عملی طریقہ کار واضح کیا جاتا ہے۔

1۔ دینی لحاظ سے سماجی خرابیاں:

جب ہم اپنے سماج میں نظریں دوڑاتے ہیں تو ہمیں سب سے زیادہ گراوٹ دینی معاملات میں نظر آتی ہے جہاں دین کا علم تو بہت مگر عمل نہیں ہے، خیر خواہی کی بجائے مفاد پرستی ہے، بے حیائی اتنی عام ہے کہ اسے برائی ہی تصور نہیں کیا جاتا، محنت کرنے کی بجائے حسد پر صلاحیتیں صرف کی جاتی ہیں۔ دوسروں کے مال پر بری نظر ہوتی ہے جسکی وجہ سے دھوکہ، چوری اور ڈاکہ جیسی بداعمالیاں زور پکڑ چکی ہیں۔ ایسے ہی مختلف منفی خیالات کے حامل لوگ ان گناہوں کو کرنے کے لیے تیار ہو جاتے ہیں۔ ذیل میں ان خرابیوں کا ذکر تفصیلاً کیا جاتا ہے۔

i۔ دینی علم عام مگر عمل معدوم:

اس میں شک نہیں کہ سماج کی تہذیب و تمدن کے لیے دینی علم بہت ضروری ہے مگر اس سے بھی زیادہ اہم دینی تعلیمات پر عمل ہے کیونکہ علم کے ساتھ نیک عمل نہ ہو تو وہ علم سوکھے اور اجڑے ہوئے درخت کی مانند ہے جبکہ علم کے ساتھ نیک عمل کی مثال پھل دار درخت کی ہے جسکا فائدہ نسلیں اٹھاتی ہیں۔ لیکن آج لوگ علم کی وسعت رکھتے ہیں مگر عمل بالکل نہیں علمی مذاکرے، علمی بحثوں کے لیے محافل کا اہتمام بھی بہت ہے لیکن نتیجہ بے عملی ہے۔ قرآن کریم میں ایسے لوگوں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: " يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ۔[3]" (اے ایمان والو! کیوں کہتے ہو جو تم کرتے نہیں)۔ اس اگلی آیت میں بے عملی کا مظاہرہ کرنے والوں کو ناپسندیدگی کی نظر سے دیکھا گیا ہے فرمایا: " كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ۔[4]" (اللہ کے

نزدیک بڑی ناپسند بات ہے جو کہو اس کو کرو نہیں۔)ہمارے سماج میں علم سے دوسروں کو زیر کرنے کی دوڑ ہے اور ساری صلاحیتیں اسی بے کار کام کے لیے صرف ہو رہی ہے اور سماج میں اصلاح کی بجائے بگاڑ جنم لے رہا ہے، جیسا کہ مفسر قرآن میاں محمد جمیل اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ:" جس بات پر آدمی کا اپنا عمل نہ ہو اسے اس بات کی دعوت دوسروں کو نہیں دینی چاہیے۔ کیونکہ اس سے ایک طرف دعوت دینے والے کا دوغلا پن ظاہر ہوتا ہے اور دوسری طرف اس کے دوغلے پن کی وجہ سے اسلام کی سبکی کا پہلو نکلتا ہے اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ بڑا جرم ہے۔"[5] جب تک مسلمان ایک اللہ اور ایک رسول ﷺ کی اطاعت کی نیت سے علم حاصل کرتے تھے کوئی جھگڑا نہ تھا کیونکہ ان کا مقصد دوسروں کو زیر کرنا نہیں ہوتا تھا بلکہ ایک دوسرے کی خیر خواہی کا پہلو نمایاں تھا۔ اور یہ لوگ صحیح معنوں میں اللہ سے ڈرنے والے تھے، جیسے فرمایا: إِنَّمَا يَخْشَى اللَّهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ إِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ غَفُورٌ۔[6] (اللہ سے تو اس کے بندوں میں سے صرف جاننے والے ہی ڈرتے ہیں) اس لیے جب ان کو قرآن وسنت کا علم ہو جاتا تو فوراً اس پر عمل پیرا ہو جاتے اور اپنی اصلاح کر لیتے یہی وجہ تھی کہ ان کے اس عمل کی خیر وبرکات سے پورا سماج مستفید ہوتا تھا۔ اگر بات کریں خیر القرون کی جس میں رسول ﷺ سے مستفیض ہونے والے لوگ عمل کے لیے اتنے بے تاب ہوتے تھے کہ وہ خود رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کرتے تھے کہ انہیں کوئی ایسا عمل بتایا جائے جو ان کے لیے آخرت میں نفع بخش ثابت ہو سکے۔

ii۔ خیر خواہی کا فقدان:

دوسری بڑی خرابی عدمِ تعاون ہے ہر کوئی اپنی زندگی جینا چاہتا ہے جس میں کسی بہت قریبی رشتہ کی مداخلت بھی نہ ہو یوں ہمارا سماج قطع رحمی کے بہت بڑے گناہ کو فروغ دے رہا ہے۔ کوئی بھی معاشرہ اس وقت تک معاشرتی برائیوں کے خلاف جنگ نہیں جیت سکتا جب تک اس معاشرہ کا ہر فرد اس بات کا عزم نہ کر لے کہ اس نے دوسروں کی اصلاح کا کام کرنا ہے اور یہ اس وقت ممکن ہے جب اس کے دل میں خیر خواہی کا جذبہ ہو گا۔ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: أحبُّ الناسِ إلى اللهِ أَنْفَعُهُمْ لِلنَّاسِ۔[7] (اللہ کے نزدیک محبوب ترین وہ ہے، جو لوگوں کو زیادہ فائدہ پہنچانے والا ہے) سماج ومعاشرہ کے بہترین مصلح ومربی کی اس بات سے بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ جب انسان معاشرہ میں رہنے والے افراد کے ساتھ نیکی اور بھلائی کے کاموں میں معاون ومدد نہیں بنتا تو سماج میں کئی طرح کی برائیاں جنم لیتی ہیں۔ جو ہمارے سماج کے لیے زہر قاتل کا کردار ادا کرتی ہیں۔

iii۔بے حیائی برائی نہیں بلکہ روشن خیالی:

دور جدید کے سماج میں بے حیائی کو اتنا پھیلا دیا گیا ہے کہ الا ماشاء اللہ لوگ اسے برائی سمجھتے ہی نہیں بلکہ کچھ لوگ تو بے پردگی اور جسمانی نمود و نمائش کو ماڈرنزم اور روشن خیالی قرار دیتے ہیں لڑکے لڑکی کی دوستی فخریہ انداز میں بیان کرتے ہیں لیکن نتائج واثرات کا اندازہ وہی لگاتا ہے جسکی بیٹی صبح گھر سے نکلتی ہے اور پھر رات کو گھر نہیں آتی۔بے حیائی کی اس بگڑتی ہوئی صورت حال نے حوا کی بیٹی کو اس قدر حواس باختہ کر دیا ہے کہ اسے برائی برائی ہی نہیں لگتی کیونکہ جب انسان کے اندر سے حیاء ختم ہو جاتی ہے تو پھر وہ گناہ کو گناہ ہی نہیں سمجھتا، شاید اسی فکر کے حامل لوگوں کی بے حسی کا ذکر کرتے ہوئے پیغمبر مہربان ﷺ نے فرمایا تھا کہ:إِذَا لَمْ تَسْتَحْيِ فَاصْنَعْ مَا شِئْتَ۔[8](کہ تم میں حیا نہ ہو تو پھر جو جی میں آئے کر گزرو)اگر دیکھا جائے تو موجود لبرل ازم اور سیکولرازم سوچ رکھنے والے سماج میں بے حیائی ہی بنیادی وجہ ہے کہ ان لوگوں کو برائی برائی ہی نہیں لگتی اور وہ بے حیائی و برائی کے کاموں کو بھی اچھائی سمجھ کر پیش کرتے ہیں۔

ب۔فکر و سوچ کے اعتبار سے سماجی خرابیاں:

i۔عیش پرستی:

سماج کی تشکیل میں عیش پرستی نہ صرف خامی ہے بلکہ بہت بڑی رکاوٹ بھی ہے کیونکہ یہ ایک خامی سماج کی بہت ساری قدروں کو ختم کر دیتی ہے۔ایک فرد ذاتی سہولیات کے حصول میں لوگوں کی اور ان کے حقوق کی پامالی کرتا ہے۔مزید یہ کہ وہ حلال و حرام کی تمیز بھی چھوڑ دیتا ہے اسکا اظہار اسکی ہر چھوٹی بڑی بات سے نظر آتا ہے۔اسکا کھانا پینا اسکا لباس اسکی رہائش اور پھر سب سے بڑھ کر اسکی بری محفلیں، ظلم و زیادتی کے اقدامات اور بے حیائی پر مبنی تعلقات اس بات کا ثبوت ہیں کہ وہ عیش پرستی کی گمراہی میں کھو چکا ہے۔ ایسے لوگ سماج کی اچھی اقدار کو ختم کر دیتے ہیں لہذا انکی اصلاح سے ہی سماج کی اچھی قدروں کی حفاظت ہو سکتی ہے۔اس خامی کی اصلاح کے لیے دو اقدامات انتہائی ضروری ہیں پہلا یہ کہ اپنے سے کم تر کی طرف نظر رکھنا اور شکر کے جذبات ابھارنا۔مشاہدے اور تجربے سے یہ ثابت ہے کہ جب بھی کسی نے اپنے سے کم تر پر غور کیا ہے وہ بے اختیار شکر کے کلمات ادا کرتا ہے۔اسی لیے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ دنیاوی معاملے میں اپنے سے کم تر کو دیکھو، فرمایا:انْظُرُوا إِلَى مَنْ هُوَ أَسْفَلَ مِنْكُمْ، وَلَا تَنْظُرُوا إِلَى مَنْ هُوَ فَوْقَكُمْ، فَهُوَ أَجْدَرُ أَنْ لَا تَزْدَرُوا نِعْمَةَ اللهِ عَلَيْكُمْ۔[9](اس شخص کی طرف دیکھو جو تم سے نیچے ہے اور اس شخص کی طرف نہ دیکھو جو تم سے اوپر ہے یہ زیادہ لائق ہے کہ تم اللہ کی اس نعمت کو حقیر نہ جانو جو تم پر ہے۔)اس حدیث میں اپنی امت کی خیر و بھلائی چاہنے والے ایک عظیم حکیم حضرت

محمد ﷺ نے پر سکون زندگی گزارنے کا پر حکمت نسخہ بتایا ہے۔اس نسخے پر عمل کرنے کا فائدہ یہ ہو گا کہ انسان اپنے سے کم تر کو دیکھ کر اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ نعمتوں کا شکر ادا کرے گا،اور کبھی بھی اس کے دل میں لالچ اور حسد پیدا نہیں ہو گا۔کیونکہ حسد ہمیشہ اس شخص میں پیدا ہوتا ہے جس کی نظر اپنے سے زیادہ مال دار لوگوں پر ہوتی ہے۔جب یہ بیماری ایک بار کسی کو لگ جاتی ہے تو اس کا نقصان حاسد کو تو ہوتا ہی ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ یہ دوسرں کے نقصان کے لیے بھی اپنی ساری توانائیاں صرف کر دیتا ہے۔

ii۔مفاد پرستی:

سماج میں لوگ اپنے مفاد کی خاطر دوسرے کے حق کو غصب کرنا حق بجانب سمجھتے ہیں جس کی وجہ سے سماج بری طرح متاثر ہوا ہے لوگوں کے درمیان حقوق چھیننے کی جنگ جاری ہے اور اس کے نتیجے میں آپس کی دشمنیاں جنگ وجدل کا منظر پیش کر رہی ہیں۔بھائی بھائی سے جدا ہو کر قطع رحمی جیسا بڑا گناہ کر رہا ہے دوست آستین کا سانپ بن کر خیانت و دھوکہ دہی جیسی برائیوں کا ارتکاب کر رہا رہے ہیں اور سماجی ماحول میں زہر گھول رہے ہیں۔نبوی سماجی تعلیمات میں خیر خواہی اور ایثار و قربانی جیسے خوبصورت احساسات کی ترغیب و تلقین کی گئی ہے تاکہ لوگ مفاد پرست کی بری سوچ سے آزاد ہو کر سماجی زندگی کو محبت کا گہوارہ بنائیں۔مفاد پرستی سے بچنے کا پہلا ذریعہ یہ ہے کہ لوگ اپنی سوچ اور فکر میں حقیقی اور سچی بات کو ہمیشہ یاد رکھیں کہ مال و دولت اور سب نعمتوں کی تقسیم اللہ کے اختیار میں ہے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡرٌ۔[10](بے شک اللہ ہر چیز پر پوری طرح قادر ہے۔)اس پورے اختیار کے باوجود اللہ نے ہمیں بتایا کہ جو صبر و شکر کرتا ہے میں اسے زیادہ دیتا ہوں۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:لَئِنۡ شَکَرۡتُمۡ لَاَزِیۡدَنَّکُمۡ وَلَئِنۡ کَفَرۡتُمۡ اِنَّ عَذَابِیۡ لَشَدِیۡدٌ۔[11](البتہ اگر تم شکر گزاری کرو گے تو اور زیادہ دوں گا،اور اگر ناشکری کرو گے تو میرا عذاب بھی سخت ہے۔)اس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ جو زیادہ کے حصول کی خواہش رکھتا ہے تو اسے چاہیے کہ اللہ کا شکر ادا کرے تو اللہ تعالیٰ اسکو زیادہ دیں گے اور اسکے پاس موجود نعمتوں میں خیر و برکت ڈال دیں گے مزید یہ کہ اس کو نقصان اور مصیبتوں سے بچالیں گے یہ طریقہ کتنا شفاف ہے کسی کا حق بھی نہیں مارا جائے گا اور نہ ظلم وزیادتی کرنی پڑے گی۔لہذا سماج میں نفرت و دشمنی کا امکان ہی ختم ہو جائیگا۔

دوسرا طریقہ یہ ہے کہ سماج میں ایثار و قربانی کا جذبہ بیدار کیا جائے انسان اپنی ذاتی سوچ سے نکل کر عظیم سوچ اپنائے اور دوسروں کی خاطر تعاون و ہمدردی کا عمل اپنائے اور لازوال محبت کرے کیونکہ اسی میں اللہ کی رضا ہے اللہ تعالیٰ نے صحابہ کی اس صفت کو پسند کرتے ہوئے دوسروں کی ترغیب کے لیے قرآن میں بطورِ خاص بیان فرمایا

ہے: وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ۔[12] (اور وہ اپنی جانوں پر ترجیح دیتے ہیں اگرچہ ان پر فاقہ ہو۔) اس جذبہ کی اللہ تعالیٰ بہت قدر کرتے ہیں اور پھر اپنی طرف سے خیر و برکت دیتے ہیں اور لوگوں میں قدر و منزلت بھی بڑھاتے ہیں۔

iii۔ حسد سے دل کا سکون:

حسد جیسی برائی میں مبتلا لوگ دوسروں کے لئے رکاوٹیں پیدا کر کے دل کا نانہاد سکون سمجھتے ہیں حالانکہ حسد کی آگ ان کے دل میں اور زیاد بھڑکتی ہے یہاں تک کہ خود انہیں بھی کھا جاتی ہے ان سب سماجی برائیوں کو ختم کرنے کے لیے ہمارے پاس نبوی سماجی تعلیمات موجود ہیں جنہیں عمل میں لا کر سماج میں اعلیٰ اقدار کو فروغ دیا جا سکتا ہے۔ تعلیماتِ اسلامیہ اور تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ حسد کی بیماری بنی نوع انسان میں شروع سے چلی آ رہی ہے۔ دورِ نبوت میں اسی بیماری نے یہود کو مسلمانوں کا دشمن بنا دیا جو ختم ہونے کی بجائے دن بدن بڑھتی گئی۔ اسکی بنیادی وجہ بھی مسلمانوں کو حاصل ہونے والی نعمتیں تھیں جس کا ذکر قرآن کریم میں یوں ہوا ہے: اَمْ يَحْسُدُوْنَ النَّاسَ عَلٰى مَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ۔[13] (یا لوگوں سے حسد کرتے ہیں اس پر جو اللہ نے ان کو اپنے فضل سے دیا ہے۔ ایک کافر قوم کا مسلم قوم سے حسد تو معمول ہے مگر یہ بیماری ہمارے مسلمان معاشرہ میں اس قدر عام ہو چکی ہے کہ کوئی بھی شخص دوسرے کو خوش حال دیکھنا گوارہ نہیں کرتا۔ یہی وجہ ہے کہ ہمارے سماج میں جادو ٹونے سے لوگوں کو نقصان پہنچانے کے لیے محنت کی جاتی ہے اور ایسے لوگ دوسروں کی پریشانیوں پر خوش ہوتے ہیں۔

نبوی سماجی اقدار اور ان کی برکات:

نبوی سماجی اقدار کی روشنی میں ایک اچھے کامیاب اور مضبوط سماج کی تشکیل نہ صرف ممکن ہے بلکہ آسان اور پائیدار ہے۔

ا۔ سماج کی دینی بنیاد پر اقدار:

i۔ نیک عمل اور اس کے فوائد:

ایک ایسا سماج جہاں مسلمانوں کی تو اکثریت ہو لیکن وہ سماج اخلاقی گراوٹ کا شکار ہو کبھی بھی اچھا نہیں سمجھا جاتا۔ ایسا سماج ایک ہی صورت میں ان برائیوں سے بچ سکتا ہے اور وہ ہے زیادہ سے زیادہ بھلائی اور نیکی کے کام کرنا۔ کیونکہ نیکی سے انسان کو جہاں خود فائدہ ملتا ہے وہاں سماج بھی اس کی برکتوں سے مستفیض ہوتا ہے۔ ہمارے مشفق و مہربان نبی ﷺ نے فرمایا: إِنَّ مِنَ النَّاسِ مَفَاتِيحَ لِلْخَيْرِ مَغَالِيقَ لِلشَّرِّ، وَإِنَّ مِنَ النَّاسِ مَفَاتِيحَ

لِلشَّرِّ، مَغَالِيقَ لِلْخَيْرِ، فَطُوبَى لِمَنْ جَعَلَ اللّٰهُ مَفَاتِيحَ الْخَيْرِ عَلَى يَدَيْهِ، وَوَيْلٌ لِمَنْ جَعَلَ اللّٰهُ مَفَاتِيحَ الشَّرِّ عَلَى يَدَيْهِ۔[14] (بعض لوگ خیر کی کنجی اور برائی کے قفل ہوتے ہیں اور بعض لوگ برائی کی کنجی اور خیر کے قفل ہوتے ہیں، تو اس شخص کے لئے خوشخبری ہے جس کے ہاتھ میں اللہ تعالیٰ نے خیر کی کنجیاں رکھ دیں ہیں اور اس شخص کے لئے ہلاکت ہے جس کے ہاتھ میں اللہ تعالیٰ نے شر کی کنجیاں رکھ دی ہیں۔) جب ایک انسان خیر میں کوشش کرتا رہتا ہے تو کہیں یہ صدقہ کرتا ہے، کہیں بے سہاروں کا سہارا بنتا ہے، کہیں لوگوں کے غم کے بانٹتا ہے اور کہیں لوگوں سے اچھے اخلاق سے پیش آتا ہے۔ اس ایک شخص کی نیکی سے پورا سماج فائدہ اٹھاتا ہے۔ اور اگر نیکی کی یہ رغبت سماج کے لوگوں میں عام ہو جائے تو یہ سماج امن وامان کا گہوارہ بن جاتا ہے۔

ii۔ خیر خواہی میں بڑی کامیابی:

کسی بھی معاشرہ کی کامیابی کا دارومدار اس بات پر ہے کہ اس معاشرہ کے تمام افراد نیکی اور بھلائی کے کاموں میں ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کرتے ہیں اور برائی میں برے انسان کی حوصلہ شکنی کرتے ہیں۔ قرآن کریم میں بھی ہمیں اسی بات کا حکم ملتا ہے کہ ہم ہر جائز اور اچھے کام میں ایک دوسرے کا دست بازو بنیں، جیسا کہ فرمایا: وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى ۖ وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ۔[15] (اور آپس میں نیک کام اور پرہیزگاری پر مدد کرو اور گناہ اور ظلم پر مدد نہ کرو) قرآن کریم کی اس آیت مبارکہ میں ایک دوسرے سے تعاون کرنے کا جو اصول بیان ہوا ہے وہ اصلاح معاشرہ میں ایک ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتا ہے جب معاشرہ کا ہر فرد اس اصول کو اپنا نصب العین بنالے گا تو معاشرے میں بگاڑ کا خاتمہ خود بخود ہی ہو جائے گا۔ اور ساتھ ہی قرآن نے اس اصول کا دوسرا پہلو بھی بیان کر دیا کہ جہاں نیکی کے کاموں میں تعاون کرنا ہے وہاں برائی میں برے شخص کا دست بازو نہیں بننا تاکہ اس کو احساس ہو کہ ایک اسلامی معاشرہ میں برے کا کوئی ساتھی نہیں بنتا۔ دوسری طرف رحیم وکریم نبی ﷺ نے تو یہاں تک فرمادیا کہ اپنے ظالم بھائی کو ظلم سے روک کر اس کی مدد کرو، فرمایا: "اُنْصُرْ أخاكَ ظالمًا أو مظلومًا"[16] (اپنے بھائی کی مدد کرو، چاہے ظالم ہو یا مظلوم) یہ بات سن کر ایک شخص تعجب سے پوچھتا ہے کہ مظلوم کی مدد تو سمجھ میں آتی ہے مگر ظالم کی کیسے تو آپ نے فرمایا: "تَحْجِزُهُ -أو تَمْنَعُهُ- من الظلم فإنَّ ذلك نَصْرُهُ"[17] (کہ تم اسے ظلم کرنے سے منع کروگے-، یہی اس کی مدد کرنا ہے)۔ یہ ایسے اصول ہیں کے ان پر عمل کرنے سے معاشرہ میں موجود ہر طرح کی برائی کا سدباب ممکن ہے۔

iii۔مال وعزت کی حفاظت میں اللہ اور لوگوں کی محبت:

یہ دونوں عناصر بھی سماج میں بگاڑ کی وجہ بنتے ہیں اور اگر غور کیا جائے تو زیادہ تر بگاڑ ان کی ہی کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے۔ایک دوسروں کے مال کو ناجائز طریقوں سے اپنے قبضہ میں لینا اور دوسرا لوگوں کی عزت وآبرو کا خیال نہ رکھنا۔اسلام نے ان دونوں اقدام کو حرام قرار دیا ہے خطبہ حجۃ الوداع کے موقع پر رسول اللہ ﷺ نے تحفظ مال اور تحفظ عزت پر زرو دیتے ہوئے فرمایا: كُلُّ الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ حَرَامٌ، دَمُهُ، وَمَالُهُ، وَعِرْضُهُ۔[18](ہر مسلمان پر (دوسرے) مسلمان کا خون، مال اور عزت حرام ہیں۔)اسی طرح آپ ﷺ نے دوسروں کی عزت و آبرو کو اچھالنے والے کو سماج کا بد ترین شخص قرار دیتے ہو فرمایا:بِحَسْبِ امْرِءٍ مِنَ الشَّرِّ أَنْ يَحْقِرَ أَخَاهُ الْمُسْلِمَ۔[19](کسی آدمی کے برے ہونے کے لیے یہی کافی ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کی تحقیر کرے)مذکورہ احادیث میں سماج کے اس ناسور کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنے کی تعلیم دی گئی ہے تاکہ اس سماج کو صحیح معنوں میں اسلام کے تابع کیا جائے جس کی بدولت یہی سماج دنیا کا بہترین سماج بن کر دنیا کے نقشہ پر اُبھرے۔

iv۔عدل وانصاف سے نفرت ولڑائی کا خاتمہ:

تاریخ اس بات کی گواہ ہے کہ جس سماج میں عدل و انصاف کی بالادستی و حکمرانی ہوتی ہے اس سماج میں لڑائی جھگڑے بہت کم ہوتے ہیں اور اس سماج میں رہنے والے لوگ آپس میں محبت وپیار سے رہتے ہیں۔اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ جب ہر انسان کو اس کا حق اسلام کے طے کردہ اصولوں کے مطابق ملتا ہے تو وہ اسے خوشی خوشی قبول کرلیتا ہے اور اس کے دل میں یہ ملال نہیں رہتا کہ اس کے ساتھ ناانصافی ہوئی ہے اور نہ ہی وہ دوسرے لوگوں کے ساتھ انتقامی کاروائی کرنے کی کوشش کرتا ہے اس سے پورا سماج ہنسی خوشی زندگی بسر کرتا ہے ہوا نظر آتا ہے۔سماج میں لڑائی جھگڑے کے خاتمہ کے لیے اللہ تعالیٰ نے سورہ حجرات میں بہترین اصول بیان کیا ہے، فرمایا:وَإِن طَائِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ اقْتَتَلُوا فَأَصْلِحُوا بَيْنَهُمَا ۖ فَإِن بَغَتْ إِحْدَاهُمَا عَلَى الْأُخْرَىٰ فَقَاتِلُوا الَّتِي تَبْغِي حَتَّىٰ تَفِيءَ إِلَىٰ أَمْرِ اللَّهِ ۚ فَإِن فَاءَتْ فَأَصْلِحُوا بَيْنَهُمَا بِالْعَدْلِ وَأَقْسِطُوا ۖ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ۔[20](اور اگر ایمان والوں کے دو گروہ آپس میں لڑ پڑیں تو دونوں کے درمیان صلح کرادو، پھر اگر دونوں میں سے ایک دوسرے پر زیادتی کرے تو اس (گروہ) سے لڑو جو زیادتی کرتا ہے، یہاں تک کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف پلٹ آئے، پھر اگر وہ پلٹ آئے تو دونوں کے درمیان انصاف کے ساتھ صلح کرادو اور انصاف کرو، بے شک اللہ انصاف کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔)اس آیت میں بتایا جارہا ہے کہ مسلمانوں میں کسی بھی وجہ سے لڑائی ہوسکتی ہے لیکن ساتھ ہی یہ بھی بتادیا کہ اس لڑائی کو ختم کروانا مسلمانوں کے اس گروہ کی ذمہ داری ہے

جو اس میں شریک نہیں۔ اگر صلح کروانے کے باوجود فریقین میں سے کوئی دوبارہ زیادتی کرے تو صلح کروانے والے کو مظلوم کا ساتھ دینا چاہیے تا کہ زیادتی کرنے والے کو اس بات کا احساس ہو جائے کہ غلطی میری ہے اور وہ دوبارہ صلح کرنے پر آمادہ ہو جائے۔ اس ساری صورت حال میں تیسرے گروہ کو حکم ہے کہ وہ عدل وانصاف کے اصولوں پر عمل کرتے ہوئے جب دوبارہ صلح کروائیں تو اس بات کو ضرور مدِ نظر رکھیں کہ جس گروہ نے دوبارہ زیادتی کی ہے اس کو اس کی سزا ضرور ملے تا کہ جس پر زیادتی ہوئی تھی وہ اس فیصلے سے مطمئن ہو جائے اور یہ خود سے انتقام لینے کا ارادہ ترک کر دے اور نتیجتاً نفرت وعداوت کا خاتمہ ہو گا، جیسا کہ مفسر قرآن عبد السلام بن محمد اس آیت کی تفسیر میں عدل وانصاف کے فوائد وثمرات کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ: زیادتی کرنے والے گروہ کے اللہ کے حکم کی طرف پلٹ آنے پر دونوں گروہوں کے درمیان عدل کے ساتھ صلح کروانے کا حکم دیا، یہ نہیں کہ کسی فریق کی بے جا رعایت کر کے اور دوسرے کو دبا کر صرف لڑائی روکنے کے لیے صلح کروائی جائے، کیونکہ ایسی صلح نہ پائیدار ہوتی ہے، نہ اس سے آئندہ کے لیے لڑائی کا دروازہ بند ہوتا ہے۔ اس لیے ایک فریق پر دوسرے کا جو حق ثابت ہوتا ہے وہ اسے دلا کر عدل کے ساتھ صلح کروانی چاہیے۔[21] اسلام اپنے پیروکاروں کو اس بات کا درس دے رہا ہے کہ مسلمانوں میں رنجشیں پیدا ہو جاتی ہیں۔ ان رنجشوں کے محرکات کوئی بھی ہوں ان کو خانگی رنجشیں سمجھ کر اس قدر طول نہ دیا جائے کہ سماج کا امن وامان ہی تباہ جائے اور پورا سماج خانہ جنگی کا میدان بن جائے۔

ب۔ سماج کی فکری بنیاد پر اقدار:

عصرِ حاضر کا سماج اس قدر اخلاقی گراوٹ کا شکار ہو چکا ہے کہ اگر اس سماج کے باشعور، عقل ودانشمند اور اہل علم نے اس اخلاقی گراوٹ وپستی کے خاتمے کے لیے کام نہ کیا تو تاریخ کبھی انہیں معاف نہیں کرے گی۔ اس وقت سماج میں امن وسلامتی، صبر وشکر، عدل ومساوات، رشتوں کے تقدس کا لحاظ، ایثار وقربانی، ایک دوسرے کے جذبات و احساسات کا احترام، مذہبی رواداری اور آخرت کی ابدی زندگی کی فکر بیدار کرنا کسی چیلنج سے کم نہیں۔ ذیل میں سماج کی چند اہم فکری اقدار کا ذکر کیا جاتا ہے۔

i۔ صبر وشکر سے حرص ولالچ کا خاتمہ:

آج کا سماج بہت سی غیر اخلاقی بیماریوں کی دلدل میں پھنس چکا ہے اس سے نکلنے کا واحد راستہ یہی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے دیے ہوئے سماجی تصورات اور اصولوں کو اپنایا جائے۔ جس سماج کی تشکیل رسول اللہ ﷺ نے فرمائی تھی اس میں صبر وشکر جیسی بے مثال خوبیاں نمایاں تھیں۔ پیغمبر اسلام ﷺ نے اپنے سماج کے لوگوں کو یہی

تعلیم دی کہ بندہ مومن دو حالتوں سے الگ نہیں سکتا، جیسا کہ آپ ﷺ کا فرمایا: عَجَبًا لِأَمْرِ الْمُؤْمِنِ إِنَّ أَمْرَهُ كُلَّهُ خَيْرٌ وَلَيْسَ ذَاكَ لِأَحَدٍ إِلَّا لِلْمُؤْمِنِ إِنْ أَصَابَتْهُ سَرَّاءُ شَكَرَ فَكَانَ خَيْرًا لَهُ وَإِنْ أَصَابَتْهُ۔[22] (مومن آدمی کا بھی عجیب حال ہے کہ اس کے ہر حال میں خیر ہی خیر ہے اور یہ بات کسی کو حاصل نہیں سوائے اس مومن آدمی کے کہ اگر اسے کوئی تکلیف بھی پہنچی تو اسے نے شکر کیا تو اس کے لئے اس میں بھی ثواب ہے اور اگر اسے کوئی نقصان پہنچا اور اس نے صبر کیا تو اس کے لئے اس میں بھی ثواب ہے۔) یہی وہ دو چیزیں تھیں جن کی وجہ سے قرونِ اولیٰ کے مسلمانوں کے دلوں سے حرص و لالچ کا خاتمہ ہوا لوگوں نے دنیا کی عارضی دولت کو حاصل کرنے کا لالچ کرنے کی بجائے اخروی کامیابی کی ابدی کامیابی کے لیے محنت کی ایسے لوگوں کی تعریف کرتے ہوئے حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ: " وَمَنْ يُوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَأُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ۔[23]" (اور جو اپنے نفس کے لالچ سے بچایا جائے پس وہی لوگ کامیاب ہیں۔) جبکہ ہمارے سماج کی حالت بلکل اس کے برعکس ہے یہاں جس انسان کے پاس جتنا زیادہ مال ہے وہ اتنا ہی زیادہ لالچی ہے اور اس کی کوشش ہوتی ہے کہ دنیا کا سارا مال اسی کو ملے جائے ایسے لالچی انسان کے بارے میں رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے کہ: لَوْ كَانَ لِابْنِ آدَمَ وَادِيَانِ مِنْ مَالٍ لَابْتَغَى وَادِيًا ثَالِثًا وَلَا يَمْلَأُ جَوْفَ ابْنِ آدَمَ إِلَّا التُّرَابُ وَيَتُوبُ اللَّهُ عَلَى مَنْ تَابَ۔[24] (اگر آدم کے بیٹے کے پاس مال کی (بھری ہوئی) دو وادیاں ہوں تو وہ تیسری حاصل کرنا چاہے گا آدمی کا پیٹ مٹی کے سوا کوئی اور چیز نہیں بھر سکتی اور اللہ اسی کی طرف توجہ فرماتا ہے جو (اس کی طرف) توجہ کرتا ہے۔) ان احادیث سے واضح ہوتا ہے کہ نبوی سماج کی خوبصورتی انہی اصولوں کی وجہ سے تھی کہ آپ ﷺ نے ایک طرف سماج کو صبر و شکر کی تعلیم دی تو دوسری طرف حرص و لالچ جیسی قبیح بیماری کے خوفناک انجام سے خبر دار کیا۔ لہذا ہمیں بھی چاہیے کہ ہم اپنے سماج کو نبوی سماج کی رہنمائی میں از سر نو تشکیل دیں۔

ii۔ ایثار و قربانی سے جذبہ احسان کا فروغ:

اسلام ہی وہ واحد دین ہے جو معاشرے میں امن و امان قائم رکھنے، تعاون و ہمدردی اور آپس میں محبت و الفت کو پروان چڑھانے کے لیے کامل رہنمائی مہیا کرتا ہے۔ اسلام کی تعلیمات میں سے ایک پہلو یہ بھی کہ یہ اپنے پیروکار کو ایثار و قربانی کے جذبہ سے سرشار کرتا ہے جس کے تحت لوگ رضائے الہیٰ کے اصول میں اپنی ضروریات کو پیچھے رکھ کر دوسروں کی ضروریات کو پورا کرنے میں راحت و سکون محسوس کرتے ہیں۔ چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ۔[25] (اور وہ اپنی جانوں پر ترجیح دیتے ہیں اگرچہ ان پر فاقہ ہو) مفسر قرآن عبد السلام بن محمد اس بات کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ: اپنی ضرورت سے زائد چیز خرچ

کرنا بھی اگرچہ خوبی ہے، مگر وہ تھوڑا بہت جو آدمی کے پاس ہو، خود فقر وفاقہ برداشت کرتے ہوئے اسے دوسرے پر خرچ کر دینا بہت ہی اونچی بات ہے۔[26] رسول کریم ﷺ سے جب بہترین صدقہ سے متعلق سوال کیا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: جُهْدُ الْمُقِلِّ وَابْدَأْ بِمَنْ تَعُوْلُ۔[27] (کم مال والے کی کوشش اور ابتدا اس سے کرو جس کی تم پرورش کر رہے ہو۔) اس کی بہترین مثال حضرت ابو طلحہ انصاریؓ نے خود بھوکا رہ کر اپنے مہمان کو کھانا کھلایا جس پر یہ آیت نازل ہوئی اور اللہ نے ان کی مہمان نوازی کو پسند فرمایا۔[28] ایثار و قربانی دوسری مثال اس سے بھی بڑھ کر ہے کہ انصار صحابہؓ نے مواخات مدینہ کے موقع پر مہاجرین کو اپنے باغات تک پیش کر دیے۔[29] یہ مثالیں اور ایثار و قربانی کی اس جیسی دیگر مثالیں ہی اس سماج کی خوبصورتی کا سبب تھیں۔ آج بھی سماج کو اسی طرح ایثار و قربانی کے جذبہ کی ضرورت ہے۔

iii۔ رشتوں کا تقدس اور لازوال محبت کا حصول:

لوگوں کے ایک ساتھ رہنے کا نام سماج ہے اور اس سماج کا حسن مضبوط رشتوں سے مربوط ہے جس سماج میں رشتوں کا تقدس مقدم رکھا جاتا ہے وہاں اخلاص اور محبت وپیار دیکھنے کو ملتا ہے۔ اسلامی سماج میں ہمیشہ رشتوں کو جوڑنے کی سعی کی جاتی ہے تاکہ سماج کے تمام لوگ اس کی لازوال برکتوں سے فیض یاب ہو سکیں۔ قرآن کریم نے رشتوں کو جوڑنا ایمان والوں کی صفت خاص بتایا ہے، ارشادِ باری تعالیٰ ہے: وَالَّذِينَ يَصِلُونَ مَا أَمَرَ اللهُ بِهِ أَن يُوصَلَ وَيَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ وَيَخَافُونَ سُوءَ الْحِسَابِ۔[30] (اور وہ لوگ جو ملاتے ہیں جس کے ملانے کو اللہ نے فرمایا ہے اور اپنے رب سے ڈرتے ہیں اور برے حساب کا خوف رکھتے ہیں۔) مفسر قرآن عبد الرحمٰن کیلانیؒ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ: وہ ان تمام روابط کا خیال رکھتے ہیں جن کی درستی پر انسان کی اجتماعی زندگی کی صلاح وفلاح کا انحصار ہے۔ خواہ یہ روابط معاشرت سے تعلق رکھتے ہوں یا تمدن سے اور اس مد میں والدین، قریبی رشتہ داروں، یتیموں مسکینوں اور ہمسایوں سب کے حقوق آجاتے ہیں۔[31] جبکہ رشتوں کو توڑنا منافقین کی خصلت قرار دیتے ہوئے فرمایا: الَّذِيْنَ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْ بَعْدِ مِيْثَاقِهٖ وَيَقْطَعُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ يُّوْصَلَ وَيُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ ۚ أُولَٰئِكَ هُمُ الْخَاسِرُوْنَ۔[32] (جو اللہ کے عہد کو پختہ کرنے کے بعد توڑتے ہیں اور جس کے جوڑنے کا اللہ نے حکم دیا ہے اسے توڑتے ہیں اور ملک میں فساد کرتے ہیں، وہی لوگ نقصان اٹھانے والے ہیں۔) اس آیت میں طرح کے تعلقات کا ذکر ہوا ہے ایک اللہ کے ساتھ اور دوسرا بندوں کے ساتھ جس سماج میں ان تعلقات کے تقدس کو پامال کیا جاتا ہے تو اس سے سماج میں فساد پھیلا تا ہے جو کے کسی بھی سماج کے لیے زہر قاتل کا کام کرتا ہے یہی وجہ ہے کہ اسلام نے فتنہ وفساد کو قتل سے بھی زیادہ خطرناک قرار دیا ہے، ارشادِ باری تعالیٰ ہے:"

وَالْفِتْنَةُ اَكْبَرُ مِنَ الْقَتْلِ۔[33]"(اور فتنہ انگیزی تو قتل سے بھی بڑا جرم ہے) جس طرح معاشرہ میں کفر و شرک کو فتنہ و فساد قرار دیا گیا ہے اور اسے قتل سے بھی بڑا جرم بتایا ہے اسی طرح قرابت داری توڑنے کو بھی فتنہ و فساد قرار دیا ہے کیونکہ رشتہ داروں قطع تعلقی کا لازمی نتیجہ لڑائی جھگڑا کی صورت میں نکلتا ہے جبکہ رشتوں کو جوڑنے کا لازمی نتیجہ معاشرے میں امن وامان اور محبت و پیار ہے۔

iv۔ حقوق کی صحیح تقسیم سے ہمیشہ کا سکون:

سماج کا امن و سکون، تعمیر و ترقی اور کامیابی و کامرانی اس میں زندگی گزارنے والے لوگوں کی باہمی محبت، تعاون و ہمدردی اور ایک دوسرے کے حقوق و فرائض سے ہی ممکن ہے۔ یہی وجہ ہے کہ دنیا کی تمام تہذیبوں میں انسانی حقوق (Human Rights) کی حفاظت کے لیے قوانین بنائے جاتے ہیں۔ لیکن دینِ اسلام نے انسانی حقوق کی حفاظت اور ان کی درست تقسیم کے جو اصول دیے ہیں وہ سب سے اعلیٰ ہیں ان کی ادائیگی کا درس دیتے ہوئے فرمایا: وَ اٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَ الْمِسْكِيْنَ وَ ابْنَ السَّبِيْلِ۔[34] (اور رشتہ دار اور مسکین اور مسافر کو اس کا حق دے دو)۔ مفسر قرآن عبدالسلام بن محمد اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ: ان کا حق یہ ہے کہ ہر صورت ان سے میل جول اور تعلق قائم رکھا جائے، انھیں دین کی دعوت جاری رکھی جائے، ان کی خوشی اور غم میں شرکت کی جائے۔ جب بھی انھیں مدد کی ضرورت ہو مال و جان سے ان کی مدد کی جائے۔[35] ان حقوق میں صرف کسی کو صدقہ و خیرات دینا حقوق میں شامل نہیں بلکہ ہر انسان کو حقِ وراثت، جینے کا حق، عزت و احترام کا حق، مذہبی آزادی کا حق، معاشی حق، معاشرتی حق، تعلیم کا حق اور علاج و معالجہ کا حق دینا بھی اس میں شامل ہیں۔ ان تمام حقوق کی درست و صحیح تقسیم ہی سماج میں ہمیشہ کے سکون کا ضامن ہے۔ تاریخ اس بات کی گواہ ہے کہ عہد رسالت ﷺ اور عہد صحابہؓ میں انسانی حقوق کو یقینی بنایا گیا جس کی برکت سے پورا سماج امن وامان کا گہوارہ بن گیا۔

v۔ آخرت کی فکر سے ابدی کامیابی:

سماج میں رہنے والے افراد اخلاقی گراوٹ شکار اس وقت ہوتے ہیں جب ان میں عقیدہ آخرت کمزور ہوتا ہے۔ لہذا سماج میں اس فکر کو پروان چڑھانا نہایت ضروری ہے تاکہ ہر انسان اس بات پر یقینِ کامل رکھے کہ اس دنیا نے ایک نہ ایک دن ختم ہو جانا ہے اور دنیا کا سارا مال و متاع بھی ختم ہو جانا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے: "كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ۔"[36] (ہر جان موت کا مزہ چکھنے والی ہے) جب ہر انسان موت کے منہ میں جانے والا ہے اور اس کی تمام خواہشیں اور لذتیں بھی ختم ہو جائیں گی اور وہ اپنے رب سے ملنے والا ہے تو وہ کسی بھی صورت

میں خون خرابہ، لڑائی جھگڑا، لوٹ مار اور کسی بھی طرح کی کرپشن نہیں کرے گا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:وَاتَّقُوا اللّٰہَ وَاعْلَمُوۡۤا اَنَّکُمۡ مُّلٰقُوۡہُ۔[37](اور اللہ سے ڈرتے رہو اور جان لو کہ تم ضرور اسے ملوگے) یہ ایک تسلیم شدہ حقیقت ہے کہ جس انسان نے بھی موت کو یاد رکھا اور آخرت کی فکر میں لگ گیا اس نے ہمیشہ اخلاقیات کی اعلیٰ مثال قائم کی اور دوسرے لوگوں کو بھی یہ فکر دی کہ انسان کو ہمیشہ ابدی زندگی کی فکر کرنی چاہیے جہاں اس نے ہمیشہ ہمیشہ رہنا ہے باقی سب دھوکا ہے، جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:وَمَا الۡحَیٰوۃُ الدُّنۡیَاۤ اِلَّا مَتَاعُ الۡغُرُوۡرِ۔[38] (اور دنیا کی زندگی تو دھوکے کے سامان کے سوا کچھ نہیں) پیغمبر اسلام ﷺ نے اس دنیا کی حقیقت کو بیان کرتے ہوئے فرمایا:مَوْضِعُ سَوْطٍ فِي الْجَنَّةِ خَيْرٌ مِنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيهَا۔[39](جنت میں ایک کوڑے کی مقدار جگہ دنیا اور دنیا کی ہر چیز سے بہتر ہے۔) یہ وہ حقیقت ہے جس کا ادراک کر لینے کے بعد انسان اس ابدی زندگی کی فکر میں لگ جاتا ہے جس زندگی میں ملنے والی ایک ایک نعمت دنیا کی تمام نعمتوں سے عمدہ بھی ہوں گی اور ہمیشہ ہمیشہ انسان کے پاس رہیں گی اور یہی اصل کامیابی ہے۔

خلاصہ بحث:

کسی بھی جگہ رہنے والے لوگ جب وہ ایک خاص نظریہ یا تہذیب کے حامل بنتے ہیں تو اس سے سماج تشکیل پاتا ہے جو اپنی خوبیوں یا خامیوں کی وجہ سے پہچانا جاتا ہے۔ کیونکہ لوگوں کے باہم رویے سے ہی سماج کے اچھے اور برے ہونے کا فیصلہ کیا جاتا ہے۔ جب لوگ حقیقت پسندانہ فکر اور تعاون و ہمدردی کے جذبات سے سرشار ہوں اور ان کے دلوں میں دوسروں کی محبت موجود ہو تو یقیناً ایسا سماج ہی ایک بہترین سماج ہوتا ہے ایسا سماج اپنی ضروریات کو پس پشت ڈال کر دوسروں کی مدد کرنے میں سکونِ قلب حاصل کرتا ہے۔ جبکہ وہ سماج جہاں دوسروں کے لیے ہمدردی، باہمی تعاون، احترام انسانیت کا فقدان ہو اور نفرت، حسد، لالچ، مفاد پرستی عام ہو وہ جنگ و جدل کا دنگل بن کر رہ جاتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے عرب کے ایک ایسے سماج کو امن و امان کا گہوارہ بنایا جو کئی طرح کی خرابیوں کی وجہ سے میدانِ جنگ بنا ہوا تھا لہٰذا آج بھی نبی ﷺ کے اس طریقہ کار کو اختیار کر کے ہم اپنے سماج کا ایک مثالی سماج بنا سکتے ہیں۔

نتائج وسفارشات:

ا۔ ہمارے سماج میں کئی طرح کی برائیاں جنم لے چکی ہیں جو اس کے امن واستحکام، خوشحالی اور عظمت و وقار کو دیمک کی طرح کھا رہی ہیں۔ لہٰذا اصحابِ علم و دانش کی یہ ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ ان برائیوں کا ادراک کرتے ہوئے سماج کو ان برائیوں سے پاک کرنے کے لیے کوشاں ہوں۔ /

۲۔ مقالہ میں اس بات کا بھی احاطہ کیا گیا ہے کہ سماج کا حسن اسی میں ہے کہ وہ دوسروں کے دکھ درد، خوشی و غمی نیکی اور بھلائی معاون و مددگار بنے۔

۳۔ معلمین و مبلغین کی ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ تعلیمات نبوی صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کے ذریعے سماج میں اوصافِ جمیلہ کو عام کرنے لیے کوشش کریں تاکہ یہ سماج دنیا کا بہترین سماج بن سکے۔

حواشی وحوالہ جات

[1]۔آل عمران 110:3

Sūrah aāl-e- Imrān, 3:110

[2]گیلانی،عبدالرحمٰن،تیسیر القرآن،لاہور: مکتبہ السلام،2010ء،ج:1،ص:297

Kaylānī, Abdul Reḥmān, Taīsīr-ūl-Qur'ān, Lāhore: Maktabah Al-Salām,2010, V:1, P:297

[3]۔الصف 2:61

Sūrah al- saf, 61:2

[4]۔الصف 3:61

Sūrah al- saf, 3:61

[5]میاں محمد جمیل، فہم القرآن،لاہور:ابوہریرہؓ اکیڈمی،2013ء،ج:6،ص:545

Mian Muhammad Jamīl, Faham-e- Qur'ān, Lāhore: Abu Hurairah Academy,2013, V:6, P:545

[6]۔فاطر 28:35

Sūrah Fātir, 35:28

[7]البانی،ناصر الدین، صحیح الترغیب،الریاض:مکتبہ المعارف،2000ء،رقم الحدیث:2623،حکم المحدث حسن لغیرہ

Albānī, Nasir Al-Deen, al-Ṣaḥīḥ Al-Targhīb, Alr-Riaz: Maktabah Al-Mu'ārif,2000, Hadith No: 2623

[8]۔بخاری،ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل۔الجامع الصحیح،(الریاض السعودیہ:دارالسلام 1998ء)،کِتَاب أَحَادِيثِ الأَنْبِيَاءِ(بَابٌ)،رقم الحدیث:3484

Muḥammad b. Ismā„īl al-Bukhārī, al-jāmi'al-Ṣaḥīḥ , Kitāb: Hadith Al-Anbiyaā ,Alr-Riaz: Dār as-Salām, 1998, Hadīth No:3484

[9]۔مسلم بن حجاج،القشیری،الجامع الصحیح،الریاض السعودیہ:دارالسلام 2000ء،کتاب الزھد والرقائق،باب انظر والی من اسفل۔۔۔،رقم الحدیث:2963

Muslim, bin Ḥajjāj al-Qusheirī, al-jāmi'al-Ṣaḥīḥ , Kitāb: Al- Zuhad wa Al-Rafaiq, Baāb:(Unzuru ila man asfal), (Alr-Riaz: Dār as-Salām, 2000)Hadith:2963

[10]۔البقرہ 20:2

Sūrah al-baqarah, 2:20

[11]۔ابراہیم 7:14

Sūrah Ibrāhī, 14:7

[12]۔الحشر 9:59

Sūrah al-hashr, 9:59

[13] النساء4:54

Sūrah al-nisaā, 4:54

[14] القزوینی، محمد بن یزید بن عبد اللہ بن ماجہ، السنن، الریاض: دارالسلام، 1999ء، أبواب کتاب السنۃ، بَابُ: مَن کَانَ مِفْتَاحًا لِلْخَیرِ، رقم الحدیث:237

Al-Qazwīnī, Muḥammad ibn Yazīd, al-sunan,Abwaāb, Kitāb al-sunnḥ, Alr-Riaz: Dār as-Salām,1999, Kitāb al-sunnḥ,baāb:man kaān meftāhan lilkhair, Ḥadīth no. 1979

[15] المائدہ5:2

Sūrah al- maāidah, 5:2

[16] بخاری، الجامع الصحیح، کِتَاب الِاکْرَاہِ، بَابُ یَمِینِ الرَّجُلِ لِصَاحِبِہِ إِنَّہُ أَخُوہُ، إِذَا خَافَ عَلَیْہِ الْقَتْلَ أَوْ نَحْوَہُ، رقم الحدیث:6952

Muḥammad b. Ismā„īl al-Bukhārī, al-jāmi‘al-Ṣaḥīḥ , Kitāb: alikrah,baāb:yamen al-rajul…. , Hadīth No:6952

[17] بخاری، الجامع الصحیح، کِتَاب الِاکْرَاہِ، بَابُ یَمِینِ الرَّجُلِ لِصَاحِبِہِ إِنَّہُ أَخُوہُ، إِذَا خَافَ عَلَیْہِ الْقَتْلَ أَوْ نَحْوَہُ، رقم الحدیث:6952

Muḥammad b. Ismā„īl al-Bukhārī, al-jāmi‘al-Ṣaḥīḥ , Kitāb: alikrah,baāb:yamen al-rajul…., , Hadīth No:6952

[18] مسلم۔ الجامع الصحیح، کِتَاب الْبِرِّ وَالصِّلَۃِ وَالْآدَابِ، باب تَحْرِیمِ ظُلْمِ الْمُسْلِمِ وَخَذْلِہِ وَاحْتِقَارِہِ وَدَمِہِ وَعِرْضِہِ وَمَالِہِ، رقم الحدیث:6541

Muslim, bin Ḥajjāj al-Qusheirī, al-jāmi‘al-Ṣaḥīḥ , Kitāb: albiru wa al-silah wa al-addāb, Baāb:tahreem zulam al muslim…,Hadith:6541

[19] مسلم۔ الجامع الصحیح، کِتَاب الْبِرِّ وَالصِّلَۃِ وَالْآدَابِ، باب تَحْرِیمِ ظُلْمِ الْمُسْلِمِ وَخَذْلِہِ وَاحْتِقَارِہِ وَدَمِہِ وَعِرْضِہِ وَمَالِہِ، رقم الحدیث:6541

Muslim, bin Ḥajjāj al-Qusheirī, al-jāmi‘al-Ṣaḥīḥ , Kitāb: albiru wa al-silah wa al-addāb, Baāb:tahreem zulam al muslim…,Hadith:6541

[20] الحجرات9:49

Sūrah al- hujuraāt,49:9

[21] بھٹوی، عبد السلام بن محمد، تفسیر القرآن الکریم، لاہور: دارالاندلس، 2016ء، ج:4، ص:398-397

Bhutwī, Abdul Salām, Tafsīr Da’wah al-Qur’ān,Lahore: Maktabah Dar al-undlas,2016,V:4,P:397-398

[22] مسلم، الجامع الصحیح، کِتَاب الزُّھْدِ وَالرَّقَائِقِ، باب الْمُؤْمِنُ أَمْرُہُ کُلُّہُ خَیْرٌ، رقم الحدیث:7500

Muslim, bin Ḥajjāj al-Qusheirī, al-jāmi‘al-Ṣaḥīḥ , Kitāb: al-zuhad, Baāb:al-momin amroho kulu khai,Hadith:7500

[23] الحشر9:59

Sūrah al-hashr, 59: 9

[24] مسلم، الجامع الصحیح، کِتَاب الزَّکَاۃِ، باب لَوْ أَنَّ لِابْنِ آدَمَ وَادِیَیْنِ لَابْتَغَی ثَالِثًا، رقم الحدیث:2415

Muslim, bin Ḥajjāj al-Qusheirī, al-jāmi‘al-Ṣaḥīḥ , Kitāb: al-zakaāt, Baāb:lao anna libn-e-aādam..,Hadith:2415

[25] الحشر9:59

Sūrah al-hashr, 59: 9

[26] بھٹوی، عبد السلام، تفسیر القرآن الکریم، ج:4، ص:643

Bhutwī, Abdul Salām, Tafsīr al-Qur'ān al-kareem, V:4, P:643

[27] السجستانی، ابو داؤد سلیمان بن الاشعث، السنن، الریاض السعودیہ: دارالسلام، 1999ء، کتاب الزکاۃ، باب الرخصۃ فی ذٰلک، رقم الحدیث:1677

Al-Sajistānī, Sulaymān ibn Ash'ath, al-Sunan, al-Riyādh: Dar al-Salam 1999, Kitāb: al-zakaāt, Ḥadīth no. 1677

[28] بخاری، الجامع الصحیح، مناقب الانصار، باب قول اللہ عزوجل:﴿ویؤثرون علی انفسہم....﴾، رقم الحدیث:3798

Muḥammad b. Ismā„īl al-Bukhārī, al-jāmi'al-Ṣaḥīḥ , Kitāb: al-Manāqib, Hadīth No:3798

[29] بخاری، الجامع الصحیح، کتاب المُزَارَعَۃِ(بَابٌ إِذَا قَالَ: اكْفِنِي مَئُونَةَ النَّخْلِ وَغَيْرِهِ، وَتُشْرِكُنِي فِي الثَّمَرِ)، رقم الحدیث:2325

Muḥammad b. Ismā„īl al-Bukhārī, al-jāmi'al-Ṣaḥīḥ , Kitāb: al-muzaraah , Hadīth No:2325

[30] الرعد21:13

Sūrah al-raad, 13:21

[31] کیلانی، عبد الرحمٰن، تیسیر القرآن، ج:2، ص:435

Kaylānī, Abdul Reḥmān, Taīsīr-ūl-Qur'ān, V:2, P:435

[32] البقرہ27:2

Sūrah al-baqarah, 2:27

[33] البقرہ217:2

Sūrah al-baqarah, 2:217

[34] الاسراء26:17

[35] بھٹوی، عبد السلام، تفسیر القرآن الکریم، ج:2، ص:468

Bhutwī, Abdul Salām, Tafsīr al-Qur'ān al-kareem, V:2, P:468

[36] آل عمران185:3

Sūrah aāl-e- Imrān, 3:185

[37] البقرہ223:2

Sūrah al-baqarah, 2:223

[38] آل عمران185:3

Sūrah aāl-e- Imrān, 3:185

[39] بخاری، الجامع الصحیح، کتاب الرقاق باب مثل الدنیا فی الآخرۃ، رقم الحدیث:3250

Muḥammad b. Ismā„īl al-Bukhārī, al-jāmi'al-Ṣaḥīḥ , Kitāb: al-raqaiq,baāb:masal al- dunia…. , Hadīth No:3250